www.KitaboSunnat.com

حافظ حمزہ مدنی ☆ قاری فہد اللہ *

مسئلہ خلط قراءات اور علمِ تحریرات کا فنی مقام

زیر نظر مضمون کا تعلق علم قراءات کے خالص فنی نوعیت کے موضوعات سے ہے۔اس کے شائع کرنے کا پس منظر یہ ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں مسئلہ خلط قراءات کی حساسیت کے پیش نظر مختلف اہل فن حضرات میں تجوید و قراءات کے اسلوبِ تدریس میں کافی نمایاں فرق پایا جاتا ہے۔اکثر اہل علم اس حوالے سے تعلیم قراءات میں تسہیل کے نکتۂ نظر کے حامل ہیں، جبکہ محققانہ ذوق رکھنے والے اَساتذہ کے اسلوبِ تدریس میں تسہیل کے بجائے علم و تحقیق کے فروغ اور انحطاطِ علم سے بچاؤ کا پہلو زیادہ نمایاں ہے۔اس سلسلہ میں ادارہ کا رجحان یہ ہے کہ اس ضمن میں دونوں پہلو ہی قابل توجہ ہیں کہ نہ تو تسہیل ''تساہل'' پر مبنی ہونی چاہیے اور نہ ہی تحقیقی ذوق علم قراءات کے اگلی نسلوں تک ترسیل میں رکاوٹ بننا چاہیے۔ عالم اسلام بشمول برصغیر پاک و ہند میں قراءات عشرہ کبری کی تدریس کے منقطع ہونے میں دیگر عوامل کے ساتھ ساتھ اس تحقیقی ذوق کا بھی کافی دخل ہے۔اسی احساس کے پیش نظر عالم عرب کی مشہور علمی شخصیت امام القراء علامہ عبد الفتاح القاضی رحمہ اللہ نے فنی چیزوں سے قطع نظر تدریس قراءاتِ عشرہ کبری کی رائے پیش فرمائی۔دلچسپ اتفاق تھا کہ یہی رجحان اُس دور میں یا شائد اس سے چند سال قبل برصغیر پاک و ہند میں ترویج پا چکا تھا۔

پیش نظر مضمون کے ضمن میں اگر ذیل کے چند پہلو مد نظر رہیں تو مسئلہ کی حساسیت میں متوازن رائے کو قبول کرنے کا رجحان پیدا ہوسکتا ہے۔ ہماری رائے میں مسئلہ خلطِ قراءات بفحوائے حدیث: فَاقْرَءُ وْا مَاتَیَسَّرَ شرعی تسہیلات کے قبیل سے ہے، جیسا کہ حدیثِ ہشام رضی اللہ عنہ اس پر نص ہے کہ وہ سورۃ الفرقان کو مختلف حروف (قراءات) کے ساتھ پڑھ رہے تھے، چنانچہ (روایتی موقف کے برخلاف) ہماری رائے میں خلط قراءات کی اجازت کو آئمہ قراءات تک محدود کر دینا، چنداں مناسب معلوم نہیں ہوتا۔متعدد قراءات کے اختلاط کے ''غیر شرعی'' ہونے کا تو سلف و خلف میں شائد ہی کوئی قائل ہو، البتہ بالعموم فنی پہلو سے اسے غلط سمجھا جاتا رہا ہے اور اس پہلو سے شائد کسی صاحبِ علم کو مجالِ انکار بھی نہ ہو۔

علم الروایہ میں باعتبار روایتِ اختلاط و ترکیبِ روایات کے عدمِ جواز پر اہل فن کا اتفاق ہے، لیکن درپیش مشکل یہ ہے کہ 'مبحث اختیارات' تقاضا کرتی ہے کہ فن قراءات میں اگر اس پس منظر کے اعتبار سے بھی خلط کو ناجائز قرار دیا جائے تو بھی ایک حد سے زیادہ اس پر پرتشدد موقف کو اپنانا ممکن نہیں، کیونکہ یہاں بنیادی رکاوٹ اختیاراتِ آئمہ کا متفقہ تعامل ہے۔

تقلید چونکہ تمام علومِ شرعی و غیر شرعی میں قبیح ہے، چنانچہ اہل علم میں اختلاف کی صورت میں دلائل کی بنیاد پر ہی ترجیح قائم کرنی چاہیے اور صریح دلائل کی روشنی میں سلسلہ کا تصلّب کبھی حائل نہیں ہونا چاہیے، جبکہ اس سلسلہ میں صریح شرعی رخصت اور اسلاف کا متفقہ تعامل بھی موجود ہے۔ پس فن کی تدریس میں اسی 'سختی' پر ہمارے تحفظات ہیں، ورنہ ہم خود 'تحریرات' کا اہتمام نہ کرنے کو فنی پہلو سے معیوب سمجھتے ہیں، جبکہ شرعی پہلو سے اس میں بہرحال عیب نہیں۔(ادارہ)

☆ مدیر کلّیۃ القرآن الکریم، جامعہ لاہور الاسلامیہ، لاہور

* فاضل کلّیۃ القرآن الکریم، جامعہ لاہور الاسلامیہ، لاہور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تخلیق انسانیت کے بعد دنیا میں انسان کے رہنے کا مقصد بتلانا اور اس کے حصول کے لئے طریقہ کار متعین کرنا، تا کہ انسان اپنی منزل تک رسائی حاصل کر سکے یہ بھی خالق انسانیت کا فرض تھا۔لہٰذا اس ذمہ داری سے عہدہ برا ہونے کے لئے اللہ رب العزت ہر دور میں رہنما اصول نازل فرماتے رہے اور اُن اُصولوں کو بندوں تک پہنچانے اور اُن پر عمل کر کے لوگوں کے سامنے اُسوۂ حسنہ پیش کرنے کے لئے مدبر کائنات،انبیاء کرام جیسی مقدس ہستیاں مبعوث فرماتے رہے تا کہ وہ راہِ حق سے بھٹکے ہوئے ابنائے آدم کو سبیلِ ہدایت سے روشناس کرائیں اور ان کی عملی زندگی میں پیش آمدہ مشکلات کا قابل عمل حل تجویز کریں۔سیّدنا آدم علیہ السلام سے لے کر جناب عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام تک یہ سلسلہ جاری رہا آخر میں یہ ذمہ داری جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منتقل کر دی گئی۔

جمیع انبیاء علیہم السلام کو جو تعلیمات عطا کی گئی وہ ان کی مادری زبان میں ہوتی تھیں لہٰذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کریم بھی عربی زبان میں ہی عطا کیا گیا۔قرآن میں موجود احکامات پر عمل کرنا جہاں لازم قرار دیا گیا، وہاں اس کی تلاوت کو عبادت اور تقرب الٰہی کا سب سے بڑا ذریعہ قرار دیا گیا اور تلاوت نہ کرنے والے کو دربارِ حق کا مجرم کہا گیا۔جب تلاوتِ قرآن کو دین میں اس قدر درجہ حاصل ہے تو ضروری تھا کہ اس کا پڑھنا اس قدر سہل ہو کہ ہر درجے کا قاری بآسانی تلاوت کر سکے، لیکن قرآن میں ابتداً یہ سہولت موجود نہ تھی، بوڑھوں اور بچوں کو خصوصاً تلاوت قرآن کے مسئلہ میں مشکلات کا سامنا ہو رہا تھا۔جس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ رب العزت سے آسانی کا مطالبہ کیا، لہٰذا آپ کی خواہش وطلب اور اُمت کی سہولت کو مدنظر رکھتے ہوئے اللہ رب العزت نے قرآن کریم کو سبعہ احرف میں نازل فرما دیا۔

اس کے بعد نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو سبعہ احرف کے موافق مختلف انداز میں پڑھا دیتے اور بعد میں اجازت مرحمت فرما دیتے کہ ’فَاقْرَؤُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ‘ اختلافات مرویہ کو جس ترتیب اور اسلوب کے موافق آسان سمجھو ، پڑھ لو۔صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ سے پڑھے ہوئے مختلف حروف میں سے بعض چیزیں اپنے لئے یوں متعین کر لیتے کہ سبعہ احرف سے ماخوذ ایک مخصوص اندازِ تلاوت (set) ترتیب پا کر ان کا معمول تلاوت بن جاتا اور اسی کے موافق وہ تلاوت کرتے تھے۔انہی حروفِ مختارہ کو ہی بعد ازاں قراءات صحابہ کا نام دیا گیا، جس طرح قراءت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ، قراءت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ، قراءت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ وغیرہم۔مختلف روایات میں سے بعض وجوہ کو اپنے لئے خاص کرنے کو اصطلاحاً ’اختیار‘ کہتے ہیں۔مسئلہ اختلاطِ قراءت کی ساری بنیاد اسی پر ہے، لہٰذا پہلے اس کو سمجھنا ضروری ہے۔

اختیار کا لغوی مفہوم: لفظ اختیار یہ خار، اختار اور تخیّر سے مشتق ہے جس کے معنی چننا، ایک چیز کو دوسری پر فضیلت دینا، کسی چیز کا اچھا ہونا یا بہتر ہونا ہیں۔[لسان العرب]

اِصطلاحی مفہوم:

’’الاختيار ما اختاره القاري بين مرويا ته و مما قرأبه وروى قراء ة تنسب إليه‘‘[النشر:۱/۵۲]

’’اختیار یہ ہے کہ قاری مختلف روایات میں سے بعض اشیاء کو اپنے لئے خاص کر لے اسی کے موافق تلاوت کرے اور اسی کو اپنی قراءت کے طور پر روایت کرے۔‘‘

دوسری تعریف:

امام ابوالفضل رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"الاختيار هو ما اختاره امام من ائمة القراء حروفاً و جدّد طريقاً فى القراء ة بشرط الاختيار"
''اختیار یہ ہے کہ ائمہ قراء ات میں سے کوئی امام بعض حروف کو اپنی شرطوں کے مطابق اختیار کرے اور پھر اس (اختیار کردہ طریق) کے ساتھ علیحدہ ہوجائے۔'' [فتح الباري:۳۲/۹]

تیسری تعریف:

"الاختيار هو ما اختاره امام من أئمة القراء فيما روى و علم وجهه من القراء ات ماهو الأحسن عنده والأولى فالتزمه طريقة وأقرأبه واشتهر عنه عرف به و نسب اليه"
''اختیار یہ ہے کہ آئمہ قراء میں سے کوئی امام، وجوہ مرویہ میں سے کسی وجہ کو اختیار کرے جس کا اُسے علم ہو اور اس کے نزدیک سب سے بہتر و اولیٰ ہو پھر اُسی کا التزام کرے اُس سے تلاوت بھی کرے اور وہ اختیار اسی کی نسبت سے معروف ہو۔'' [الجامع لأحكام القرآن:ص۴۶]

چوتھی تعریف:

"الاختيار أن يعمد من كان اهلاله الى القراء ات المرويه فيختار منها ماهوا الراجح عنده و يجرد من ذلك طريقا فى القراء ة على حدة" [القراء ات القرانية بأفريقية،ص۱۰۹]
''اختیار یہ ہے کہ کوئی اہل شخص قراءات مرویہ میں سے کسی طریق کو اپنے لئے منتخب کرلے جو اس کے ہاں راجح ہے اور اسی اختیار کردہ قراءات میں منفرد ہوجائے۔''

مذکورہ تمام تعریفات سے معلوم ہوا کہ اختیار سے مراد یہ ہے کہ کوئی بھی امام روایاتِ مرویہ میں سے اپنی شرائط کے موافق کسی طریق کو اختیار کرلے اور اسی کے موافق تلاوت کرے اور وہ قراءت اس امام کی نسبت سے معروف ہوجائے۔قرون اولیٰ میں ایسے صاحب اختیار ائمہ بکثرت تھے جو اپنی اختیار کردہ قراءات کے موافق پڑھتے پڑھاتے رہے حتیٰ کہ یہ سلسلہ بہت وسیع ہوا۔

علامہ جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
"إن القراء الذين أخذوا عن اولئك الائمة المتقدمين من السبعة وغيرهم كانوا مما لا تحصىٰ وطوائف لا تستقصىٰ" [النشر:۳۳/۱]
''وہ قراء جنہوں نے آئمہ سبعہ سے متقدمین کی قراءات اخذ کیں وہ اس قدر زیادہ تھے کہ ان کو شمار نہیں کیا جاسکتا۔''

امام مکی بن ابی طالب القیسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
"وقد ذكر الناس من الائمة فى كبتهم أكثر من سبعين فمن هو أعلى رتبة وأجل قدراً من هؤلاء السبعة" [النشر:۳۷/۱]
''مصنّفین نے ستر سے زیادہ ایسے ائمہ کا ذکر کیا ہے جو مقام و مرتبہ میں قراء سبعہ سے بھی بلند تر تھے۔''

امام جزری رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:
"وقد ترك ابوحاتم وغيره ذكر حمزة والكسائى و ابن عامر و زاد نحو عشرين من الائمة ممن هو فوق هؤلاء السبعة" [أيضا]
''امام ابوحاتم رحمہ اللہ وغیرہ نے حمزہ رحمہ اللہ، کسائی رحمہ اللہ اور ابن عامر رحمہ اللہ کو چھوڑ کر تقریباً بیس کے قریب ایسے ائمہ ذکر کئے ہیں جو درجہ میں قراء سبعہ سے اعلیٰ تھے۔''

محقق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام ابوعبید، قاضی اسماعیل اور امام ابوجعفر طبری رحمہم اللہ نے اپنی کتب میں قراء سبعہ سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی مقدم وہ پندرہ قراءات بیان کی ہیں جو صحابہ کرام کے عہد میں پڑھی جاتی تھیں۔[شرح سبعہ:۷۸/۱]

مذکورہ نصوص سے یہ معلوم ہوا کہ ہر دور میں بے شمار ائمہ قراءات ایسے رہے ہیں جو اپنے اختیارات کے موافق تلاوت کرتے تھے اور اپنے تلامذہ کو بھی اسی اختیار کردہ طریق کے موافق پڑھاتے تھے۔ ذیل میں ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ائمہ مختارین کس طرح اپنے اختیارات کو ترتیب دیتے تھے اور ان کی اپنے اساتذہ سے اختلاف کی نوعیت کیا تھی۔

پہلا قول

روی ابن الجزری بسنده عن حمزة الزیات قال قراء ت علی أبی عبد الله جعفر الصادق القرآن بالمدینة فقال ما قرأ عليّ أقرأ منك ثم قال لست أخالفك فی شیءٍ من حروفك إلا عشرة أحرف فإنی لست أقرأينها وهی جائزة فی العربية [غاية النهاية:۱۹۶/۱-۱۹۷]

''امام ابن جزری رحمہ اللہ اپنی سند کے ساتھ امام حمزہ زیات رحمہ اللہ کوفی سے روایت کرتے ہیں کہ امام حمزہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے مدینہ میں امام جعفر الصادق رحمہ اللہ کو قرآن سنایا۔ وہ فرمانے لگے کہ مجھے آپ سے بڑے قاری نے آج تک قرآن نہیں سنایا۔ پھر فرمایا کہ میں تیری پوری قراءت سے بجز ان دس حروف کے اتفاق کرتا ہوں میں ان کو نہیں پڑھتا اگرچہ یہ لغت عرب میں جائز ہے۔''

معلوم ہوا کہ تلامذہ اپنے اساتذہ سے بعض احرف میں اختلاف کرتے تھے اور یہ اختلاف اس بات کی دلیل ہے کہ وہ حروف انہوں نے کسی دوسرے استاد سے اخذ کیے تھے اور مختلف اساتذہ کی تلاوت سے اپنا ایک سیٹ بنانا ہی اختیار ہے۔

دوسرا قول

امام یزیدی رحمہ اللہ جو امام ابوعمرو بصری رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں اور امام ابوعمرو رحمہ اللہ کی قراءت کے دونوں راویوں، ابوعمر حفص الدوری رحمہ اللہ اور ابوشعیب السوسی رحمہ اللہ کے استاد ہیں، ان کے اختیار کے بارے میں یاقوت رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"خالف فی القراء ة ابا عمرو فی حروف اختارها" [معجم الادباء:۳۱/۲۰]

''امام یزیدی رحمہ اللہ نے امام ابوعمرو کی اپنے حروف مختارہ میں مخالفت کی۔''

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"له اختیار کان یقرئ به أیضاً خالف فیه أبا عمرو فی أماکن یسیرة" [معرفة القراء الکبار:۱۲۵/۱]

''امام یزیدی رحمہ اللہ کا اپنا اختیار جس کے ساتھ وہ تلاوت کرتے تھے اس میں انہوں نے امام ابوعمرو رحمہ اللہ کی بعض مقامات پر مخالفت کی ہے۔''

تیسرا قول

قراءات عشرہ کے امام اول نافع رحمہ اللہ نے ستر تابعین سے قراءات اخذ کی ہیں ان کا اصول یہ تھا کہ جس وجہ میں دو اساتذہ جمع ہو جاتے اُسے لے لیتے اور جس میں ایک رہ جاتا اُسے ترک کر دیتے۔[غاية النهاية:۶۱/۲-۶۲]

ان کے بارے میں امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وقد ترك من قراء ة ابا جعفر سبعین حرفاً" [غاية النهاية:۳۳۳/۲، معرفة القراء:۹۱/۱]

''امام نافع رحمہ اللہ نے (اپنے استاد) امام ابوجعفر کی قراءت کے ستر حروف ترک کر دیئے تھے۔''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چوتھا قول

قراءِ سبعہ میں سے ساتویں قاری امام علی الکسائی رحمہ اللہ، امام حمزہ کوفی رحمہ اللہ، امام محمد بن ابی لیلی رحمہ اللہ، امام ابوبکر بن عیاش رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں۔قراءات میں ان کا زیادہ اعتماد اپنے استادِ خاص امام حمزہ کوفی رحمہ اللہ پر تھا۔

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"كان الكسائي يتخير القراء ات فياخذ عن قراء ة حمزه بعض و يترك بعضاً"

''امام کسائی رحمہ اللہ قراءات میں اختیارات کے قائل تھے وہ امام حمزہ کی قراءت سے بعض حروف کو لے لیتے تھے اور بعض کو چھوڑ دیتے تھے۔'' [معرفة القراء:۱/۱۰۱]

مذکورہ اَقوال سے معلوم ہوا کہ ائمہ قراء اپنے اساتذہ کی قراءت سے اختلاف بھی کرتے تھے اور اس کی نوعیت یہ تھی کہ بعض حروف کو لے لیتے تھے اور بعض کو ترک کردیتے تھے اور اس کی جگہ کسی دوسرے استاد سے اخذ کئے گئے حروف پڑھتے تھے۔ ہرایک امام نے اپنے لئے شروط کے موافق ایک سیٹ بنا رکھا تھا جس کے مطابق وہ تلاوت کرتے تھے اور اسی کا نام اختیار ائمہ قراءات ہے۔

اختیارات آئمہ کے ضمن میں یہاں فن قراءات کی عالمی شخصیت اور اس فن کے سرخیل فضيلة الشيخ علامہ عبدالفتاح القاضی رحمہ اللہ کے تفصیلی بیان کو ذکر کرنا فائدے سے خالی نہیں، وہ فرماتے ہیں:

''یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ آئمہ عشرہ کی قراءات تو محض ان کے اختیارات ہیں، جس کا مطلب ہے کہ ان ائمہ میں سے ہرایک نے جو کچھ نقل کیا، پھر اس کے متعلق تمام قرآنی وجوہات کو پرکھا اور جو وجہ جس جس کے نزدیک زیادہ صحیح اور بہتر تھی، اس نے اسی کو اس کے طرق سمیت اختیار کیا اور اس کے پڑھنے پڑھانے میں جت گیا۔اسی سے وہ قراءت مشہور ہوئی یہاں تک کہ وہ اس کی پہچان بن گئی اور اسی کی طرف منسوب کی جانے لگی۔

ائمہ اعلام میں سے امام قرطبی رحمہ اللہ نے 'احکام القرآن' میں اور امام زرکشی رحمہ اللہ نے 'البرہان' میں مذکورہ بات کی صراحت فرمائی ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ امام نافع رحمہ اللہ نے اپنی قراءت مدنی تابعین مثلا ابوجعفر رحمہ اللہ، عبدالرحمن بن ہرمز الاعرج رحمہ اللہ، شیبہ بن نصاح رحمہ اللہ اور محمد بن شہاب زہری رحمہ اللہ سے حاصل کیں۔انہوں نے ان تمام کی قراءات سے ایک قراءت اختیار کی، جس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے ایک حرف امام ابوجعفر رحمہ اللہ کی قراءت سے، دوسرا امام شیبہ رحمہ اللہ سے، تیسرا زہری رحمہ اللہ سے اور چوتھا ان کے علاوہ کسی اور سے لے کر ان تمام اختلافات کو ایک قراءت میں جمع کردیا۔المختصر سیدنا نافع مدنی رحمہ اللہ کی قراءت مذکورہ تابعین کی قراءات کا امتزاج ہے۔

امام أصمعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''سیدنا نافع رحمہ اللہ نے مجھے بتایا کہ میں نے سیدنا ابوجعفر رحمہ اللہ کی قراءت کے ستر (۷۰) حروف کو ترک کیا یعنی اپنی اختیار کردہ قراءت میں شامل نہیں کیا۔''

اسی طرح سیدنا ابوعمرو بصری رحمہ اللہ نے اپنا اختیار امام شیبہ بن نصاح رحمہ اللہ، سیدنا عاصم بن أبی النجود رحمہ اللہ، سیدنا عبداللہ بن کثیر رحمہ اللہ، امام حسن بصری رحمہ اللہ اور امام سعید بن جبیر رحمہ اللہ وغیرہ کی قراءات سے مرتب فرمایا۔انہوں نے بھی سیدنا نافع رحمہ اللہ کی طرح اپنے مزاج کے مطابق مذکورہ لوگوں کی قراءات کی تلخیص وتہذیب کی۔ قصہ مختصر یہ ہے کہ امام ابوعمرو بصری رحمہ اللہ کا اختیار اور ان کی متعین قراءت ان کے شیوخ کی قراءات کا امتزاج ہے۔

اسی طرح امام کسائی رحمہ اللہ نے امام حمزہ زیات رحمہ اللہ، امام عیسیٰ بن عمر ہمدانی رحمہ اللہ، امام اسماعیل بن جعفر رحمہ اللہ اور امام یعقوب بن جعفر رحمہ اللہ سے جو کہ امام نافع رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں، کی قراءات سے اپنا اختیار مرتب کیا۔انہوں نے ان سب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی قراءات سے ایک نیا سیٹ ترتیب دیا۔ چنانچہ امام کسائی رحمہ اللہ سے منقولہ روایت ان کے شیوخ کی قراءات کا مجموعہ ہے۔اس طرح باقی ائمہ کی قراءات کو سمجھئے۔

امام ابومحمد مکی القیسی رحمہ اللہ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب الإبانة عن معانی القراء ات میں اس طرح کی کئی مثالیں بیان کی ہیں، ان کا تفصیلی ارشاد ملاحظہ فرمائیں، فرماتے ہیں:

''ہر قاری کو یہ ضرورت پیش آئی کہ وہ کس قراءت کو ترک کرے اور کسے اختیار کرے۔ سو امام نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ستر (۷۰) تابعین سے علم قراءات حاصل کیا، لیکن ان میں سے ہر استاد کے حروف کو لے کر اپنا اختیار (set) ترتیب دیا جس کے ساتھ کوئی دوسرا بھی شریک و متفق تھا، حتی کہ میں نے یہ قراءت کا سیٹ بنالیا۔ ان سے یہ بھی مروی ہے کہ وہ لوگوں کو اپنی خاص اختیار کردہ قراءت پڑھاتے تھے اور ان سے ان کے اکثر تلامذہ نے اسی اختیار کو اخذ کیا اور آگے نقل فرمایا۔ سیدنا نافع رحمہ اللہ کے ربیب یعنی بیوی کے پہلے شوہر کے بیٹے اور شاگردِ خاص سیدنا قالون رحمہ اللہ نے آپ سے یہی اختیار نقل فرمایا ہے، لیکن سیدنا نافع رحمہ اللہ کے دوسرے مشہور شاگرد سیدنا ورش رحمہ اللہ، جن کا امام قالون رحمہ اللہ سے فصل و وصل اور ہمزہ کی تحقیق و تخفیف وغیرہ کے سلسلہ میں تقریبا تین ہزار سے زائد حروف میں اختلاف ہے، ان کی روایت کی صورتحال یہ ہے کہ وہ سیدنا نافع رحمہ اللہ کے دوسرے رواۃ میں سے کسی سے بھی مروی نہیں اور نہ ہی ان اختلافات کو امام ورش رحمہ اللہ کے علاوہ کسی دوسرے راوی نے نقل کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ امام ورش رحمہ اللہ نے سیدنا نافع رحمہ اللہ کو اس طرح پڑھتے سنا، جیسے ان کے ملک 'مصر' میں پڑھا جاتا تھا، چنانچہ انہوں نے خصوصی مطالبہ کی بنا پر سیدنا نافع رحمہ اللہ سے ان کے اختیار کے بجائے ان کے اساتذہ میں سے کسی کی روایت کو اخذ کیا۔ چنانچہ امام ورش رحمہ اللہ کا اس طرح پڑھنا سیدنا نافع رحمہ اللہ کی اس روایت کے مطابق تھا، جو انہوں نے اپنے بعض شیوخ سے نقل کی، لیکن بعد میں جب انہوں نے اپنا ایک اختیار بنالیا تو اس کو چھوڑ دیا۔ تمام قراء کے رواۃ کا اختلاف اسی طرح سے ہے۔ سیدنا نافع رحمہ اللہ سے روایت کیا گیا ہے کہ وہ کسی بھی سنانے والے کی تردید نہیں کرتے تھے، جب اس کا پڑھنا ان کے کسی بھی شیخ کی قراءت کے مطابق ہو۔

امام کسائی رحمہ اللہ نے جب امام حمزہ رحمہ اللہ کے سامنے پڑھا تو ان سے تین سو حروف میں اختلاف کیا، کیونکہ انہوں نے یہ حروف سیدنا حمزہ رحمہ اللہ کے علاوہ اور مشائخ سے پڑھے تھے، چنانچہ ان سب کے مجموعہ سے اپنا ایک مستقل سیٹ بنالیا۔ انہوں نے سیدنا حمزہ رحمہ اللہ یا دیگر ائمہ میں سے کسی ایک کی قراءت کا ابتدائے قرآن سے انتہائے قرآن تک مکمل التزام نہیں کیا، بلکہ ان کے نزدیک جو قراءت زیادہ ان کے ذوق کے مطابق تھی اسی کو انہوں نے اختیار کرلیا۔ انہوں نے تمام مشائخ کی قراءات میں سے اپنا خاص اختیار (set) ترتیب دیا، جو ان کی شہرت کا باعث بنا۔ بعد ازیں وہ انہی قراءات کو پڑھانے میں لگ گئے، یہاں تک کہ وہ ان کی طرف منسوب کردی گئیں۔ اس طرح سیدنا ابوعمرو بن العلاء بصری رحمہ اللہ نے امام مکی رحمہ اللہ کو سنایا تو ان سے تین ہزار حروف میں اختلاف کیا، کیونکہ انہوں نے وہ حروف بصری رحمہ اللہ کے علاوہ دیگر مشائخ سے حاصل کیے تھے۔ انہوں نے بھی مکی رحمہ اللہ و دیگر کی قراءات سے ایک سیٹ اختیار کیا۔ ہمارا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اوّل قرآن سے آخر تک مکی رحمہ اللہ اور ان کے شیوخ کی قراءات کا التزام نہیں کیا، بلکہ اپنے تمام اساتذہ کی قراءات سے اس کو اختیار کیا، جو ان کے نزدیک مختار تھا۔ پھر انہوں نے اسی سیٹ کو آگے پڑھایا، وہی ترتیب دی گئی قراءت (set) ان سے بعد ازاں نقل کی گئی اور پھر ان کی طرف منسوب کی جانے لگی۔ کچھ تصرف کے ساتھ الابانہ کی عبارت یہاں مکمل ہوئی۔'' [أبحاث فی القرآن الکریم: ص ۲۸، ۲۹]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسئلہ اختلاطِ قراءات

اختیار کی تعریفات اور اختیارات ائمہ کے بارے میں مذکورہ نصوص سے یہ متعین کرنا انتہائی سہل اَمر ہے کہ عہد نبوی ﷺ سے لے کر ائمہ قراءات کے زمانہ تک، بلکہ بعد میں بھی ہر دم ائمہ، اختلاط سے پڑھتے رہے ہیں، کیونکہ اختلاط کا انکار کرنے سے پہلے قراءات ائمہ کا انکار کرنا پڑھے گا اور یہ کہنا کہ ائمہ اختیارات کے قائل نہیں تھے، عملی طور پر ممکن نہیں ہے کیونکہ بے شمار دلائل شاہد ہیں کہ ماہرین فن ہمیشہ اختیارات کے مطابق تلاوت کرتے رہے ہیں۔ اس بات کی انتہائی سادہ دلیل یہ ہے کہ قرآن کریم کا نزول تو سات متعین اسالیب (سبعہ احرف) پر ہوا ہے، جبکہ وہ قراءات جو امت میں بطور قرآن رائج ہیں وہ سات سے بڑھ کر دس (۱۰)، چودہ (۱۴)، بیس (۲۰) اور اسی (۸۰) وغیرہ کی تعداد میں معروف ہیں۔ دراصل قراءات ثلاثہ ہوں یا قراءات عشرہ، بیس قراءات (روایات) ہوں یا اسی قرائتیں (طرق) یہ سب اندازِ تلاوت اختلاطِ سبعہ احرف کے نتیجے میں وجود میں آئے ہیں۔ سبعہ احرف سے ایسے ترتیبات تلاوت (sets) اگر سینکڑوں بھی تشکیل دے دیے جائیں، بشرطیکہ وہ سبعہ احرف سے باہر نہ ہوں تو کوئی حرج کی بات نہیں۔ ہم اپنی تحقیق کے مطابق ابھی تک یہ بات معلوم کرنے سے قاصر رہے ہیں کہ ائمہ قراءات میں سے کوئی بھی امام اپنے استاد کی روایت کے موافق تلاوت کرتے ہوں، پھر کسی شاگرد کو انہوں نے اپنی اختیار کردہ روایت کے موافق پڑھنے کا ہی حکم دیا ہو، البتہ امام ورش رحمہ اللہ کے بارے میں ایک روایت ازرق رحمہ اللہ کے طریق سے نقل ہوئی ہے کہ انہوں نے امام ورش رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ آپ مجھے اپنے اختیار سے نہیں، بلکہ امام نافع رحمہ اللہ سے اخذ کردہ روایت کے موافق پڑھائیں۔ اس بارے میں علماء کے مابین خاصہ اختلاف ہے کہ امام ورش رحمہ اللہ کا اختیار تھا بھی یا نہیں۔ واللہ اعلم [نجوم الطوالع، ص۱۷۴]

اختلاط کا لغوی معنی:

اختلاط یہ خلط یخلط سے باب افتعال ہے۔

خلط الشئ کا معنی ہے: مزّجه یعنی ایک شے کو دوسری شے میں ملا دینا، خلط ملط کر دینا۔

اِصطلاحی تعریف:

الانتقال من قراءة إلى قراءة أخرىٰ أثناء قراءة دون إعادة اعادة ولا تكرار لأوجه الخلاف، بل إن القارى المختلط يقرأ اية أو بعضها أو أكثر منها على قراءة ثم ينتقل بعدها إلى قراءة ما يليها وفق قراءة قارى آخر وهو ما يسميه بعضهم 'تلفيق القراء ات' ويسميه بعضهم 'تركيب القراء ات' [القراء ات القرانية، ص۲۲۱]

’’قاری دوران تلاوت بغیر کسی اعادہ اور تکرار کے ایک قراءت سے دوسری قراءت کی طرف منتقل ہو جائے تو اُسے اختلاط کہتے ہیں۔ بعض دفعہ یوں بھی ہوتا ہے کہ اختلاط کرنے والا قاری آیت کا بعض حصہ ایک روایت میں تلاوت کرتا ہے اور باقی حصہ دوسری روایت میں۔ اسے بعض نے تلفیق القراء ات اور ترکیب القراءات کا بھی نام دیا ہے۔‘‘

حقیقت مسئلہ اِختلاط

مسئلہ اِختلاط کے بارے میں اس حد تک تو گذشتہ بحث سے بات واضح ہو چکی ہے کہ صدر اوّل میں یہ مسئلہ کوئی ایسا مسئلہ ہی نہیں تھا جس پر کوئی بحث ہوتی کیونکہ وہاں تو ہر دم اختلاط ہو رہا تھا، ہر ایک قاری سبعہ احرف سے ماخوذ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنی اختیار کردہ ترتیب (set) سے تلاوت کرتا تھا اور یہ سلسلہ اس قدر وسیع تھا کہ بیسیوں صاحبِ اختیار ائمہ رحمہم اللہ تھے جن میں قراء عشرہ بھی شامل ہیں۔

اب مسئلہ یہ ہے کہ کیا جو قراءات عشرہ متواترہ یا روایات عشرین ہم تک پہنچی ہیں اور کلیات و مدارس میں پڑھی پڑھائی جارہی ہیں، نیز اُمت مسلمہ نے انہیں قبول کیا ہے اور آج ہر ایک روایت فرداً فرداً بغیر اختلاط تلاوت کی جارہی ہے، ان کا آپس میں اختلاط جائز ہے یا نہیں؟ اس میں علماء کی مختلف آراء ہیں، ذیل میں ہم ان کو ذکر کرکے ان کا جائزہ پیش کرتے ہیں اور آخر میں معتدل اور راجح موقف بیان کرتے ہیں۔ إن شاء اللہ

اختلاط کے مسئلہ میں قراء کے ہاں دو نقطۂ نظر پائے جاتے ہیں۔ بعض قراء عدم جواز کے قائل ہیں اور بعض اس کی اِجازت دیتے ہیں، اگرچہ ان کے موقف میں کچھ تفصیل ہے۔

قائلین عدم جواز

اِمام سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وخلط هذه القراء ات بعضها ببعض خطأ" [النشر:۱/۱۸]

''بعض قراءات کو بعض سے خلط کرنا غلط ہے۔''

اِمام شہاب الدین القسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"يجب على القاری الاحتراز من التركيب فی الطرق و تميز بعضها من بعض والا وقع فيما لا يجوز و قرء مالم ينزل" [غيث النفع،ص۶۷]

''قاری کے لئے واجب ہے کہ وہ طرق کے مابین ترکیب سے احتراز کرے اور جمیع طرق کو جدا جدا کرکے پڑھے ورنہ ایک ناجائز کام کرے گا اور غیر منزل من اللہ سے تلاوت کرے گا۔''

امام محمد بن ابی القاسم النویری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"والقراء ة بخلط الطرق و تركيبها حرام أمكروه أو معيب" [نقلا عن غيث النفع ص۶۶]

''خلط طرق سے تلاوت کرنا حرام، مکروہ یا کم از کم معیوب ہے۔''

امام احمد ابراہیم الطیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اذ يحرم التركيب حيث أبطلا ۔صحة الاعراب كذاك مسجلا ۔ يحرم إن روی والا فاعلما بأنه يكره عندالعلماء" [القراء ات القرآنية:ص۲۲۲]

''علماء کے نزدیک اعراب میں خلل کی صورت میں اور روایت قراءت کے وقت ترکیب حرام ہے ورنہ مکروہ ہے۔''

الشیخ مصطفی الازمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"التركيب حرام فی القرآن علی سبيل الرواية أومكروه كراهة التحريم علی ماحققه اهل الدراية" [عمدة العرفان:ص۳]

''محققین کے ہاں روایت کرتے وقت قرآن میں ترکیب حرام ہے یا مکروہ تحریمی ہے۔''

قائلین جواز

اِمام ابوشامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”المنع من هذا ظاهر و اما ليس كذلك فلا منع منه فإن الجميع جائز والتغيير فى هذا، وأكثر منه كان حاصلاً بما ثبت من إنزال القرآن على سبعة أحرف توسعة على القراء ة فلا ينبغى أن يضيق بالمنع من هذا ولا ضرر فيه“ [التيسير للداني،ص۱۸۵]

”قراءات میں جو شے منع ہے وہ ظاہر ہے اور جو شے اس میں شامل نہیں، وہ بالکل منع نہیں ہے، بلکہ جائز ہے اور اس میں توسیع دینا (پڑھنے میں) یہ أنزل القرآن على سبعة أحرف سے ثابت ہے، لہٰذا کسی کے لئے بھی یہ درست نہیں کہ اس کی وسعت کو ختم کرے کیونکہ اس میں کوئی ضرر نہیں۔“

امام ابی بکر بن العربی المالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”المختار أن يقرأ المسلمون على خط المصحف بكل ماصح فى النقل ولا يخرجوا عنه ولا يلتفتوا إلى قول من يقول نقرأ السورة الواحدة أو القران بحرف قارى واحد بل يقرأ بأي حرف ولا يلزم أن يجعل حرفاً ديدنه ولا أصله الكل قرآن صحيح“

[آراء أبى بكر بن العربى الكلامية لعمار طالبى ،ص۴۸۵]

”مختار مذہب یہی ہے کہ مسلمان رسم مصحف کے موافق ہر اُس شے کی (بطور قرآن) تلاوت کریں جو نقلاً درست ہے اور اس سے روگردانی نہ کریں اور اس شخص کی بات پر بھی کان نہ دھریں جو کہے کہ پورے قرآن کو یا کسی ایک سورت کو کسی ایک قاری کے حرف پر پڑھو بلکہ جس حرف پر چاہیں تلاوت کریں اور کسی حرف کا التزام نہ عقیدتاً اور نہ عادتاً کریں، کیونکہ سارا کا سارا قرآن ہے اور درست ہے۔“

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ امام ابو شامہ رحمہ اللہ کے قول کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

”شاع فى زماننا عن طائفة القراء انكار ذلك حتى صرح بعضهم بتحريمه فظن كثير من الفقهاء أن لهم فى ذلك معتمداً فتابعوهم وقالوا أهل كل فن ادرى بفنهم وهذا ذهول ممن قاله، فان علم الحرام والحلال إنما يلتقى من الفقهاء والذى منع ذلك من القراء إنما هو محمول على ما اذا قرأ برواية خاصة، فإنه متى خلطها كان كاذبا على ذلك القارى الخاص الذى شرع فى قراء ة روايته فمن قرأ رواية لم يحسن أن ينتقل إلى رواية أخرى كما قال الشيخ محى الدين النووى وذلك من الاولوية لا على الحتم، وأما المنع على الاطلاق فلا“ [فتح الباري:۹/۳۵]

”ہمارے زمانہ میں یہ بات معروف ہے کہ قراء کی ایک جماعت خلط قراءات کا انکار کرتی اور بعض نے تو حرمت کی بھی صراحت کی ہے۔ بہت سے فقہاء کا یہ کہنا ہے اس مسئلہ میں قراء کی رائے ہی معتمد ہے لہٰذا اسی کی پیروی کرنی چاہیے کیونکہ ہر فن کا عالم اپنے فن کو زیادہ جانتا ہے۔ جس شخص نے یہ بات کی ہے یہ اس کی غفلت کا نتیجہ ہے کیونکہ حلال و حرام کا علم صرف فقہاء سے ملتا ہے اور جس سے قراء منع کرتے ہیں وہ صرف یہ بات ہے کہ جب قاری کسی خاص راوی کی روایت کا التزام کرنے کے بعد خلط کرکے کسی دوسری روایت کی طرف منتقل ہوجائے تو اس سے کذب روایت لازم آئے گا، یہ بات علی الاطلاق درست نہیں ہے، بلکہ اولویت پر محمول ہوگی اور اس سے مطلق منع کرنا قطعاً درست نہیں۔“

امام ابوالفضل رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”بعد أن ذكر الشبهة التى من أجلها وقع بعض العوام الاغبياء فى أن أحرف هولاء السبعة هى المشار إليها بقوله أنزل القرآن على سبعة أحرف وأن الناس ثمنوّا القراء ات وعشروها، زادوا على عدد السبعة الذين اقتصر عليهم ابن مجاهد لأجل هذه الشبه ثم قال

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وأتی لم أقتص أثرهم تثمينا فی التضيف أو تعشيرا أو تفريدا إلا لازالة ما ذكرته الشبهة وليعلم أن ليس اطراحی فی الأحرف السبعة المنزلة عدد أمن الرجال دون آخرين والازمنة ولا الأمكنة وأنه لو اجتمع عدد لايحصیٰ من الامة ما اختار كل واحد منهم حروفا بخلاف صاحبه وجرد طريقا فی القراء ة علی حدة فی أی مكان كان وفی أی أوان أراد بعد الائمة للاضيين فی ذلك بعد ان كان ذلك المختار بما اختاره من الحروف بشرط الاختيار لما كان خارجاً عن الأحرف السبعة المنزلة بل فيها متسع إلی يوم القيامة "

''شیخ الاسلام ابوالفضل عبدالرحمن بن احمد الرازی رحمہ اللہ حدیث انزل القرآن علی سبعة احرف سے پیدا ہونے والے شبہ کہ اس سے مراد قراءات سبعہ ہیں، کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ علماء نے اس شبہ کو دور کرنے کے لئے آٹھ آٹھ دس دس روایات میں کتابیں لکھیں ہیں کیونکہ سبعہ احرف کا مقصد یہ نہیں تھا کہ خاص اشخاص یا کسی مخصوص زمانے کے لوگوں کی قراءات پڑھی جائیں اگر امت کے ان گنت افراد کسی زمانہ یا کسی مقام میں حروف مرویہ سے شرائط اختیار کو ملحوظ رکھ کر اپنی قراءات علیحدہ علیحدہ بنالیں تو وہ احرف سبعہ منزل من اللہ سے خارج نہیں ہوں گی بلکہ اس کے اندر قیامت تک وسعت ہے۔'' [شرح سبعة:١١٩/١،النشر:٦٦/١]

امام محی الدین النووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"إذا ابتدأ يعنی القاری۔ بقراء ة أحد القراء فينبغی أن لا يزال علی القراء ة علی القراء ة بها مادام الكلام مرتبطاً فاذا انقضیٰ ارتباط فله أن يقرأ بقراء ة آخر من السبعة والاولی دوامه علی الادنی فی هذا المجلس" [التبيان فی آداب حملة القرآن، ص٩٥]

قاری جب قراء میں سے کسی کی قراءت کی ابتداء کرے تو اس کے لئے بہتر یہی ہے کہ جب تک کلام مربوط رہے اس وقت تک اسی قراءت میں پڑھے اگر اِرتباط ختم ہوجائے تو پھر قراء سبعہ میں سے کسی دوسرے کی قراءت بھی پڑھ سکتا ہے،لیکن اس مجلس میں ایک ہی روایت پڑھے یہ زیادہ اولیٰ ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ کی کلام سے واضح ہورہا ہے کہ آپ ترکیب قراءت کی اجازت دیتے ہیں۔ خدا جانے جولوگ کہتے ہیں کہ امام نووی رحمہ اللہ منع اختلاط کے قائل ہیں،ان کے پاس کیا دلیل ہے؟

علامہ ابن صلاح رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اذا شرع القاری بقراء ة فينبغی أن لا يزال يقرأ بها مابقی للكلام تعلق بما ابتدأ به"

[المرشد الوجیز، ص١٨٤]

''قاری کوئی قراءت شروع کرے تو اس وقت تک اُسی قراءت کو پڑھتا رہے جب تک اس کا ماقبل سے تعلق رہے۔''

حافظ ابن صلاح رحمہ اللہ کا مؤقف امام نووی رحمہ اللہ کے مؤقف کے قریب ہے۔

امام ابن جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"أن بعضهم ذهب إلی المنع وأن أكثر الأئمة علی الجواز محققاً والصواب عندنا فی ذلك التفضيل والعدول بالتوسط إلی سواء السبيل فنقول إن كانت إحدی القراء تين مترتبة علی الأخری فالمنع من ذلك منع تحريم كمن يقرأ﴿فتلقی آدم من ربه كلمات﴾ بالرفع فيهما أو بالنصب آخذاً رفع آدم من قراء ة غير ابن كثير ورفع كلمات من قراء ة ابن كثير ونحو ﴿وكفلها زكريا﴾ بالتشديد مع الرفع أو عكس ذلك ونحو ﴿أخذ ميثاقكم﴾ وشبهه مما يركب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بما لا تجيزه العربية ولا يصح فى اللغة وأما ما لم يكن فإنا نفرق فيه بين مقام الرواية وغيرها فإن قرأبذلك على سبيل الرواية فإنه لا يجوز أيضاً من حيث إنه كذب فى الرواية وتخليط على أهل الدراية وإن لم يكن على النقل والرواية بل على سبيل القراء ة والتلاوة فإنه جائز صحيح مقبول لا منع منه ولا حظر وإن كنا نعيبه على أئمة القراء ات العارفين باختلاف الروايات من وجه تساوى العلماء بالعوام لا من وجه أن ذلك مكروه أو حرام إذ كل من عند الله نزل به الروح الامين على قلب سيد المرسلين تخفيفاً على الأمة و تهوينا على أهل هذه الملة" [النشر:۱/۱۹]

''مسئلہ اختلاط قراءات میں بعض علماء مطلقاً منع اور اکثر آئمہ مطلقاً جواز کے قائل ہیں۔ ہمارے نزدیک اس بارے میں درست راہ یہ ہے کہ اس کو تفصیل سے ایک معتدل مؤقف کے طور پر ذکر کریں۔ چنانچہ ہماری یہ رائے ہے کہ اگر دو قراءات ایک دوسری پر مترتب ہو رہی ہوں تو وہاں اختلاط ممنوع اور حرام ہے، جیسے کوئی شخص فتلقّی آدم من ربه کلمات میں دونوں آدم اور دونوں کلمات کو رفع کے ساتھ پڑھے یا نصب کے ساتھ پڑھے۔ آدم کا رفع جمہور کی قراءت سے لے لے اور کلمات کا رفع ابن کثیر رحمہ اللہ کی قراءات سے لے لے۔ ایسے نصب کی مثال اس کے عکس سے لے لے۔ اسی طرح وکفَّلها زکریاءُ میں تشدید مع الرفع کی مثال ہے۔ ایسے ہی أَخَذ میثاقکم کی مثال ہے کہ دو قراءات کو اس طرح جمع کرنا جو عربیت کی رو سے درست نہ ہو، باقی قراءات میں روایت اور عدم روایت کے حوالہ سے فرق کیا جائے گا۔ اگر کسی قراءات کو بطور روایت التزام کے ساتھ نقل کر رہا ہے تو اس میں اختلاط جائز نہیں کیونکہ کذبِ روایت لازم آئے گا۔ اگر روایت کا التزام نہیں کیا بلکہ صرف بغرض تلاوت اختلاط کر رہا ہے تو یہ جائز اور درست ہے۔ امت نے اسے قبول کیا ہے جس میں کوئی روکاٹ اور خطرہ نہیں ہے۔''

بعض اہل فن، جو خلط قراءات کے عدم جواز کے قائل ہیں وہ امام موصوف کے درج ذیل قول کو پیش کر کے ان کے عام موقف کو مسخ کرنے کی کوشش کرتے ہیں:

"لا يخلو إما أن يكون عالماً أو جاهلاً وإن كان عالما فعيب والا فلا" [منجد المقرئين:ص۱۴]

''اختلاط کرنے والا دو حال سے خالی نہیں یا عالم ہوگا یا پھر جاہل۔ اگر عالم ہے اس کے لئے معیوب ہے اور اگر جاہل ہے تو اس کے لیے خلاف اولیٰ ہے۔''

ان لوگوں کی رائے پر تبصرہ کرتے ہوئے علامہ الصفاقسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"جزم فى موضع آخر بالكراهة من غير تفصيل والتفصيل هو التحقيق" [غيث النفع:ص۲۶]

''امام جزری رحمہ اللہ کا نشر کے علاوہ دوسری جگہ (یعنی منجد میں) کراہت کا جزم کرنا یہ غیر تفصیلی موقف ہے اور تحقیق وہی ہے جو تفصیل ہے۔''

دلائل کا تجزیہ اور معتدل موقف

مسئلہ اختلاط میں قراء کے تین اَقوال سامنے آئے ہیں۔ ان میں ایک گروہ جو مطلق عدم جواز کا قائل ہے جن میں امام سخاوی، امام قسطلانی، امام طیبی رحمہم اللہ وغیرہ شامل ہیں ان کے بارے میں ہماری رائے یہ ہے کہ وہ اس بارے میں زیادہ شدید نقطہ نظر کے حامل ہیں کہ ایک علم جس کے وجود کی بنیاد ہی اختلاط ہے اس میں اختلاط کے حوالے سے یہ کہنا کہ یہ خطا یا حرام ہے تو یہ رائے بہر حال ایک متوازن رائے نہیں ہے، بلکہ وضع الشئ فی محلہ کے قاعدہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو سامنے رکھتے ہوئے ہر ایک شے کو اس کا صحیح مقام دینا ہی فکرِ سلیم اور طریقِ سلف صالحین ہے۔

باقی رہا دوسرا موقف جو امام رازی رحمہ اللہ وغیرہ کا ہے کہ علی الاطلاق خلط کی اجازت ہے، یہ بات بھی راہ صواب سے ہٹی ہوئی ہے، کیونکہ اگر خلط کی اس انداز سے اجازت دے دی جائے تو سلف صالحین سے منقول روایات کا ذخیرہ بالکل تباہ ہو کر رہ جائے گا کہ ہر شخص وجوہ مرویہ کو دیکھ کر اپنی علیحدہ قراءت بنائے گا اور لغت کا بالکل پاس نہ رکھے گا۔

اس مسئلہ میں معتدل مؤقف یہی ہے کہ خلط قراءات میں باعتبار شریعت کوئی حرج نہیں اور جن اہل فن نے اس سے منع فرمایا ہے ان کے پیش نظر بعض فنی امور ہیں، جن کی رعایت کرنا بہر حال ضروری ہے کیونکہ ہر شے کو اس کے درست مقام پر متعین کیا جاتا ہے۔ وہ امور درج ذیل ہیں:

① وہ قراءات جن میں اختلاط کے سبب نحو اور اعراب قرآن میں نقص آتا ہو تو ایسی قراءات کا اختلاط بالکلیہ حرام ہے، کیونکہ اس سے مقصد بیان قرآن ہی فوت ہو جاتا ہے اور آمر و مامور کا فرق مٹ جاتا ہے، لہٰذا اس سے قطعی گریز کرنا لازم ہے۔

② دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی قاری کسی قاری کی روایت بالالتزام نقل کر رہا ہے، مثلاً کہتا ہے میں آپ کو سیدنا قالون رحمہ اللہ کی روایت سناتا یا سکھاتا ہوں اور اس میں خلط کرے گا تو کذب روایت لازم آئے گا، کیونکہ اس نے جو دعویٰ کیا ہے وہ خلاف واقعہ ہے، لہٰذا قراءات عشرہ اور ان کی ذیلی روایات وطرق میں خلط کرنا صحیح نہیں، کیونکہ قراء عشر کی نسبت سے کسی شے کو پڑھنے کا معنی ہی یہ ہے کہ قاری اپنا نیا اختیار (set) ترتیب دینے کے بجائے کسی کے متعین کردہ اختیار (set) ہی کو اپنا معمول بنا رہا ہے، چنانچہ ایسی صورت میں ان آئمہ سے جس جس طرح ان کی روایت تحقیق کے ساتھ ثابت ہے اسی ترتیب سے ہی ان کو پڑھنا چاہیے اور خلط نہیں کرنا چاہیے۔

③ ایسی صورت میں اگر آپ نے کسی راوی کی روایت کا نام لے کر التزام کیا ہے تو خلط کرتے ہوئے یوں پڑھنا جو اس سے ثابت نہ ہو، کذب بیانی کی وجہ سے حرام ہے، البتہ اگر آپ نے التزام تو نہیں کیا لیکن کوئی نیا اختیار (set) بھی ترتیب دیے بغیر قراء عشرہ میں سے کسی راوی کی روایت ہی پڑھ رہے ہیں تو بھی خلط غیر مناسب ہے کیونکہ بحالتِ روایت خلط کرنا فن روایت کی رو سے غیر صحیح ہوتا ہے۔ اس کی مثال احادیث کی ہے کہ اگر آپ کسی امام یا کتاب کی روایت کے حوالہ کے بغیر بھی کوئی روایت نقل کرتے ہیں تو آئمہ روایت کے ہاں بہر حال یہ باعتبار روایت صحیح نہیں۔

علم القراءات بھی روایت کے ذریعہ ہی ہم تک پہنچتا ہے اور اس میں اگرچہ برخلاف حدیث کے تیسراً للأئمہ خلط جائز ہے، لیکن جب آپ آئمہ عشرہ کے اختیار کردہ ترتیبات تلاوت اور مرویات (sets) ہی کی تلاوت فرما رہے ہوں اور مقصود نیا اختیار ترتیب دینا نہ ہو تو روایت کے موافق پڑھنا ہی انسب ہے۔

④ مزید برآں یہ بات بھی واضح رہنا چاہیے کہ خلط کی اجازت ایسے افراد کے لئے تو بالکل نہیں ہے جو قراءات کے ماہر نہیں ہیں اور صرف تجوید پڑھنے کے بعد عرفی طور پر قاری کہلاتے ہیں، کیونکہ تلقی ومشافہت تو قراءات میں بہر حال لازمی شرط ہے، چنانچہ ایسا آدمی جسے امالہ، تقلیل، تسہیل، مدود کی خاص مقداریں، لام وراء کی تفخیم وتغلیظ وغیرہ امور کی ادائیگی کا علم ہی نہیں رکھتا اسے کسی طرح نیا اختیار بنانے کی اجازت نہیں دی جاسکتی ہے کہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ غلط سلط جس طرح چاہے پڑھے۔ ایسے شخص کو اپنے شوق کی تکمیل کے لیے تعلیم وتعلّم کو اختیار کرنا چاہیے۔

⑤ البتہ ماہرین فن کے حق میں، خصوصاً جو اپنا اختیار بنانا چاہتے ہیں، اختلاط کوئی عیب کی بات نہیں ہے، لیکن ہم اس کی حوصلہ افزائی نہیں کرتے، کیونکہ قراء عشر سے قبل اور بعد، بلکہ ان کے دور میں بھی سینکڑوں صاحب اختیار ائمہ موجود تھے، مثلا اگر صرف امام ہذلی رحمہ اللہ کی الکامل کو اٹھالیا جائے تو اس میں پچاس صاحب اختیار آئمہ کی قراء ات موجود ہیں، لیکن اللہ رب العزت نے قبولِ عام صرف انہی دس قراء کی قراء ات کو بخشا ہے۔ ان کے علاوہ آئمہ کے اختیارات یا تو سرے سے محفوظ ہی نہیں کیے گئے یا موجود تو ہیں لیکن منظر عام پر نہیں ہیں۔ یہ تقسیم الٰہی ہے، اس میں کسی کو کوئی دخل نہیں، چنانچہ اگر انہی آئمہ کی مرویات پر اکتفا کیا جائے، جیسا کہ امت میں بالعموم اس کا اتفاقی تعامل پچھلے ہزار برس سے چلا آرہا ہے، تو کونسی حرج کی بات ہے؟ قراء عشر کے اسالیبِ تلاوت میں ایسے کمالات واسرار پوشیدہ ہیں، جو اہل فن ہی جانتے ہیں۔

علم تحریرات کی تعریف اور اسکا فنی مقام

لغوی تعریف

تحریرات یہ تحریرٌ کی جمع ہے اور تحریر کا لغوی معنی ہے: التقویم والتدقیق یعنی کسی چیز کو درست کرنا۔

اصطلاحی تعریف

فضیلۃ الشیخ عبدالرازق علی موسی رحمہ اللہ علم تحریرات کی تعریف یوں ذکر کرتے ہیں:

التحریر هو اتقان الشئ وامعان النظر فیه من غیر زیادة أو نقصان و معناه هنا تنقیح القراءة من أی خطأ أو خلل كالتركیب مثلا. (تاملات حول التحریرات:ص۹)

’’تحریر کا معنی ہے کہ چیز میں پختگی پیدا کرنا اور اس میں دقت نظر سے غور وفکر کرنا تا کہ اس میں کوئی زیادتی یا کمی واقع نہ ہو۔ فن قراءات میں اس کا مفہوم یہ ہے کہ قراءات قرآنیہ میں کسی بھی غلطی اور خلل کی اصلاح کرنا، مثلا قراءات کے ضمن میں ترکیب (خلط طرق وغیرہ) کی وضاحت کرنا۔‘‘

علم تحریرات کی تعریف سے اس کا دائرہ کار واضح ہوتا ہے اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ ائمہ قراءات، مثلاً امام شاطبی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب حرز الامانی میں اور امام جزری رحمہ اللہ نے اپنی کتب الدرّۃ اور الطیبۃ میں قراءات ذکر کرنے کے کچھ اصول مقرر کئے ہیں کہ وہ اپنی کتاب میں فلاں فلاں امام کی قراءت فلاں فلاں واسطہ سے نقل کریں گے، جیسے امام شاطبی رحمہ اللہ نے امام نافع رحمہ اللہ کے شاگرد امام قالون رحمہ اللہ کی روایت کو سیدنا ابونشیط رحمہ اللہ کے طریق سے نقل کیا ہے۔ اب بعض دفعہ امام شاطبی رحمہ اللہ اپنے متعین کردہ طریق کے خلاف کوئی بات ذکر کردیتے ہیں یا پھر متن الشاطبیہ، جو کہ امام دانی رحمہ اللہ کی کتاب التیسیر کی نظم ہے، میں بعض دفعہ التیسیر سے اختلاف کرتے ہیں یا اپنے مقررہ ضابطہ سے نکل جاتے ہیں تو محررین اس قسم کے تساہلات پر متنبہ کرتے ہیں اور ہر ایک شے کی مکمل تنقیح کرتے ہیں کہ یہاں مؤلف نے اپنے طریق کے خلاف بات لکھ دی ہے، حالانکہ طریق کی رو سے دوسری شے ثابت ہے۔

علم تحریرات کی نوعیت سمجھنے کے لیے درج ذیل مثالوں میں غور کرنا چاہیے:

① آئمہ قراءات سے بعض کلمات میں دو یا دو سے زیادہ وجوہ منقول ہوتی ہیں، مثلاً امام ورش رحمہ اللہ سے مدبدل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں تین وجوہ: قصر، توسط، طول منقول ہیں اور اسی طرح ذوات الیاء میں دو وجوہ: فتح وتقلیل مروی ہیں۔ اب اگر مد بدل مقدم اور ذوات الیاء مؤخر ہو تو اہل تحریرات کے ہاں پڑھنے کا انداز یوں ہوگا کہ قصر کے ساتھ فتح، توسط کے ساتھ تقلیل اور طول کے ساتھ فتح و تقلیل کل چار وجوہ پڑھنا جائز ہوگا۔ اب محررین اسی انداز پر پڑھنے کو لازم قرار دیتے ہیں اور اس کے خلاف پڑھنے کو ناپسند کرتے ہیں۔

② ایک اور مثال روایت حفص میں یوں سمجھیں کہ امام حفص رحمہ اللہ سے بطریق جزری مد منفصل میں دو وجوہ قصر اور توسط مروی ہیں، ان دو وجوہ کے ساتھ روایت حفص ہی میں دیگر وہ مقامات، جہاں امام حفص رحمہ اللہ سے دو یا تین وجوہ منقول ہیں، کو ملا کر پڑھنے کی صورت میں جو ضربی و عقلی وجوہ پیدا ہوتی ہیں، میں یہ وضاحت کرنا کہ مد منفصل کے قصر کے ساتھ ان مقامات پر طریق کے موافق کونسی وجہ ہے اور کونسی وجہ طریق کے خلاف ہے۔ محررین کا اسلوب یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ جب آپ منفصل میں قصر یا توسط کے ساتھ دیگر کلمات میں فلاں وجہ پڑھیں گے تو یہ جائز نہیں ہوگا۔

علم تحریرات کا فنی مقام

علم تحریرات کی مذکورہ حقیقت و ماہیت کے مطابق علم تحریرات کا موضوع یہ طے ہوتا ہے کہ علم قراءات کی اس قسم میں آئمہ عشرہ کے اختیارات، جو پچھلے بارہ تیرہ سو سالوں سے ہم تک بدون اختلاط، روایت کے ذریعے پہنچ رہے ہیں، میں یہ نکھار کیا جاتا ہے کہ متعلقہ امام، راوی یا طریق کی قراءت کے سلسلہ میں خلاف واقعہ کیا کچھ نقل کر دیا گیا ہے۔

علم تحریرات کے اہتمام کے سلسلہ میں اہل فن دو طبقات میں منقسم ہیں:

① بعض افاضل کے ہاں علم تحریرات ایک غیر ضروری علم ہے، کیونکہ ان کی رائے میں مبحث اختیارات، جس کا لازمی نتیجہ خلط قراءات ہے، علم تحریرات کی مخالفت پر دلالت کرتا ہے، جبکہ علم تحریرات ترکیب واختلاط کی ممانعت اور اختلاط کے نکھار کا نام ہے۔ اس لیے یہ لوگ علم تحریرات کو غیر ضروری علم قرار دیتے ہیں، بلکہ تحریرات کے سلسلہ میں محررین کے ردعمل میں بسا اوقات اسے لایعنی اور لغو تک کہہ دیا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں بعض اکابر نے یہاں تک تبصرہ کر دیا ہے کہ علم تحریرات کو کوئی مستقل علم کہنا ہی غلط ہے، کیونکہ ان کی رائے میں تحریرات دراصل متاخرین کے اختیارات ہی کا دوسرا نام ہے۔

ہمارا ان اصحاب علم کے بارے میں تبصرہ یہ ہے کہ ان لوگوں کے موقف میں وزن ضرور ہے، لیکن یہ حضرات مبحث اختیارات اور علم تحریرات کے مابین عدم امتیاز کی وجہ سے دونوں مباحث کے باہمی فرق کو مدنظر نہیں رکھ سکے۔

② بعض دیگر فاضل شخصیات، جن کے ہاں بالعموم اختلاط وترکیب کو حرام یا انتہائی مکروہ خیال کیا جاتا ہے، کے ہاں علم تحریرات کو ایک مستقل علم کا درجہ یوں دیا جاتا ہے کہ روایات میں اختلاط کو خطا و غلطی سمجھتے ہوئے علم تحریرات میں طرق کے باہمی نکھار اور اس قسم کی باریک سے باریک تر تفصیلات کے اہتمام کو انتہائی ضروری قرار دیا جاتا ہے، خواہ اس قسم کی تحقیقی کاوشوں کی مشاکل کے نتیجہ میں طلبائے قراءات میں حرمان علم ہی نصیب میں کیوں نہ آئے۔

پہلی رائے کے حاملین کے سرخیل ہمارے شیخ المشائخ، عصر حاضر کے نامور اور جلیل القدر عالم قراءات علامہ عبد الفتاح القاضی مصری رحمہ اللہ ہیں، جنہوں اپنے موقف کو اپنی کتاب ابحاث فی القرآن الکریم کے آخر میں تفصیلا ذکر کیا ہے۔ الشیخ القاضی رحمہ اللہ اور ان کے عام تلامذہ اس سلسلہ میں اپنے استاد کی رائے پر ہیں۔ اس کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بالمقابل علم قراءات کے حاملین کا عام روایتی طبقہ تحریرات کے انتہائی التزام کا قائل ہے، جن کی قیادت بھی عصر حاضر کے ایک اور مشہور امام القراءات فضیلۃ الشیخ احمد عبد العزیز زیات رحمہ اللہ کرتے رہے اور ماسوائے چند فضلاء کے بعد ازاں ان کے تقریبا تمام تلامذہ اسی رویہ پر گامزن ہیں۔ اس موقف کی توضیح کے لیے نمائندہ کتاب شیخ احمد زیات رحمہ اللہ کے شاگرد خاص الشیخ عبد الرازق علی موسی رحمہ اللہ کی تأمُّلات حول التحریرات کو قرار دیا جاسکتا ہے۔

دونوں موقفوں کا علمی جائزہ اور معتدل موقف

ہماری رائے اس سلسلہ میں دو انتہائی رویوں کے مابین ہے۔ علم تحریرات کی جو تعریف پیچھے ہم نے ذکر کی ہے اس کی رو سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آئمہ ناقلین کے ہاں علم تحریرات سے مراد وہ تقسیم علم ہے جس میں (باوجود اختلاط قراءات کے جواز کے) علمی اور فنی طور پر معروف صاحب اختیار آئمہ کے اختیار کردہ ترتیبات ِتلاوت (sets) کو بھی محفوظ رکھنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ اس بات سے اس علم کے جلیل القدر اور انتہائی مفید ہونے کا اندازہ ہوتا ہے کیونکہ عملاً امت کے ہاں آج تک انہی صاحب اختیار آئمہ کی قراءات ہی مقروء ومعمول ہیں۔

اسی طرح مذکورہ بیان سے یہ بھی متشرح ہوتا ہے کہ مبحث اختیارات کا مبحث تحریرات سے کوئی تعلق نہیں، کیونکہ اختیارات کا موضوع تو یہ ہے کہ منزل من اللہ اور منقول اسالیب تلاوت میں اختلاط کے ساتھ نیا ترتیب ِتلاوت (set) تشکیل دیا جائے یا پہلے سے موجود مختلف اسالیب (sets) میں سے ہی کسی ایک اسلوب کو متعین کیا جائے، جبکہ تحریرات کا موضوع آئمہ مختارین کے متعین شدہ اختیارات کی روایت کو نکھارنا ہے۔ علم تحریرات کی بحث اختیارات سے عدم تعلق کے موضوع پر فضیلۃ الشیخ عبد الرازق علی موسی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب تأمُّلات حول التحریرات میں تفصیلاً قلم اٹھایا ہے اور علم تحریرات کو آئمہ متاخرین کے اختیارات قرار دینے کے موقف کا اچھا تعاقب کیا ہے۔

آئمہ مختارین کے اختیارات میں بعد ازاں واقع ہونے والے اختلاط کی توضیح ونکھار کو ایک مثبت کاوش قرار دینے کے باوجود، چونکہ شرعی اعتبار سے اختلاط قراءات میں کوئی حرج نہیں، چنانچہ علم تحریرات میں طرق کے نکھار کی یہ کاوش 'فنی نوعیت' سے زیادہ مقام نہیں رکھتی۔ ہماری رائے میں علم تحریرات کا بس یہی صحیح مقام ہے، نہ اس سے کم اور نہ اس سے زیادہ، چنانچہ حق دونوں انتہائی رویوں کے مابین ہے۔ لہٰذا ہم تحریرات کے اس مبارک فن کو ایک دائرہ کے اندر تو درست سمجھتے ہیں اور مبالغہ پر مبنی ہر رائے کو غیر متوازن سمجھتے ہیں۔

فن قراءات کی تاریخ میں علم تحریرات کے مثبت فن ہونے سے شائد ہی کسی محققانہ ذوق کے حامل صاحب علم کو انکار ہو، لیکن اس ضمن میں ہم علامہ عبد الفتاح القاضی رحمہ اللہ کی اس رائے سے پوری طرح متفق ہیں کہ تحریرات کے ضمن میں عصر حاضر کا ذوق کمال جس انداز میں تحریرات کو پیش کرتا ہے، اس میں اعلی درجہ کی حساسیت بجا طور پر بعض متاخرین کے ذوق کا کرشمہ ہے۔ اس سلسلہ میں علامہ عبد الفتاح القاضی رحمہ اللہ اپنی تحقیق یوں پیش فرماتے ہیں:

''تحریرات کے ضمن میں ہم اپنی بحث کا اختتام اس حقیقت کے بیان کے ساتھ کریں گے کہ صدرِاوّل میں علم تحریرات کا (ایک مستقل علم کے طور پر) وجود نہیں تھا اور متقدمین مشائخ قراءات اور آئمہ اَداء میں سے کسی ایک نے بھی اس علم کی استقلالی حیثیت کی طرف اشارہ یا تنبیہ نہیں فرمائی۔ علم تحریرات تو اپنے تمام تر مشمولات کے ساتھ باقاعدہ مدون صورت میں پہلی دفعہ ۱۱ رہجری میں معرض وجود میں آیا اور ان پر سب سے پہلے کام کرنے والے شیخ شحاذہ الیمنی رحمہ اللہ ہیں، پھر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کے فرزند ارجمند الشیخ عبدالرحمٰن یمنی رحمہ اللہ انہی کے نقش قدم پر چلے۔ بعد ازاں آنے والے علماء مثلاً الشیخ علی منصوری رحمہ اللہ، علامہ علی میہی رحمہ اللہ، ان کے بیٹے الشیخ مصطفی میہی رحمہ اللہ ہیں۔ انہیں دونوں کے نقش قدم پر الشیخ ابراہیم رحمہ اللہ اور علامہ محمد طباخ رحمہ اللہ چلے، البتہ ان مذکورۃ الصدر محققین میں بھی تحریرات کے سلسلہ میں بعض تحریرات اتفاقی ہیں اور بعض اختلافی۔ ان سب لوگوں کے بعد الشیخ مصطفیٰ بن عبدالرحمٰن ازمیری رحمہ اللہ آئے انہوں نے متقدمین کے کلام پر نقد کیا اور انہیں غیر تحقیق شدہ سمجھتے ہوئے ناقابل التفات سمجھا۔

متاخرین اصحابِ فن میں علم تحریرات کے جلیل القدر امام خاتمة المحققین شیخ القراء والمقاری علامہ محمد احمد المتولی رحمہ اللہ گزرے ہیں۔ وہ تحریرات میں مذہبِ منصوری رحمہ اللہ اور ان کے دونوں مشائخ یعنی الشیخ شحاذہ رحمہ اللہ اور الشیخ عبد الرحمٰن یمنی رحمہ اللہ کے مذہب کے موافق پڑھتے پڑھاتے تھے۔ پھر ان کے ہاتھ بدائع البرھان از ازمیری رحمہ اللہ کا ایک نسخہ لگا، انہوں نے اس کی تحقیق کی اور جو کچھ اس میں تھا، اسی پر اکتفاء کرتے ہوئے علامہ منصوری رحمہ اللہ اور انکے متبعین کے مذہب سے رجوع کرلیا اور پھر مذکورہ کتاب 'بدائع' ہی کے ہو کر رہ گئے۔ انہوں نے اسی کتاب کو نو سو (۹۰۰) اشعار میں نظم کیا، چنانچہ تب سے اب تک جو لوگ طیبہ (قراءات عشرہ کبری) پڑھتے ہیں وہ علامہ متولی رحمہ اللہ کی اس نظم کو بھی یاد کرتے ہیں۔ ان لوگوں نے طیبہ کے ساتھ ساتھ اس پر بھی تکیہ کرلیا، اس کو پڑھایا اور اسی کے ہو کر رہ گئے۔'' [ابحاث فی القرآن الکریم: ص۳۲]

کتاب مذکورہ میں معاً بعد الشیخ القاضی رحمہ اللہ علم القراءات کے طلبہ کو یوں نصیحت فرماتے ہیں کہ

''جو شخص علم قراءات کی تعلیم وتعلّم کا ارادہ رکھتا ہے اور اس کا خیال ہے کہ وہ خود کو قراءات کے پڑھنے پڑھانے اور اس کی تحصیل کے لئے وقف کرے، میں اسے توجہ دلاتا ہوں اور نصیحت کرتا ہوں کہ وہ علم تحریرات کو غیر ضروری خیال کرتے ہوئے منصوری رحمہ اللہ اور اس کے متبعین یا ازمیری رحمہ اللہ اور اس کے اتباع کی تحقیقات کو ایک طرف چھوڑ رکھے اور اپنی تمام تر توجہ قراءات کے متون شاطبیہ، درہ، طیبہ کو حفظ کرنے اور ان کے استحضار پر مرکوز رکھے اور انہی کے اسرار و رموز کو سمجھنے میں لگا رہے۔ اسی طرح لغتِ عرب میں ہر قراءات کی ہر وجہ کی پہچان اور اس کی پوشیدگیوں کو جانے، تاکہ وہ جب بھی کوئی قراءت پڑھے یا پڑھائے یا اس سے قراءات سے متعلق کوئی سوال پوچھا جائے یا اس کی توجیہات کے بارے میں پوچھا جائے تو وہ کسی مشکل کا شکار نہ ہو، بلکہ فوراً جواب دینے پر قادر ہو اور یہ سب تب ہی ممکن ہے، جب خود اس پر تمام دروازے وا ہوں گے۔ میرے خیال کے مطابق قاری مقری کے لئے یہی مناسب اور زیادہ مفید رویہ ہے۔''

اگرچہ شیخ القاضی رحمہ اللہ کے موقف میں علم تحریرات کو کالعدم خیال کرنے کا رجحان سامنے آتا ہے، لیکن ہماری رائے میں ان کے موقف میں موجود سختی ان کے زمانہ کے بعض معاصر اہل فن کی تحریرات کے بارے میں شدت پسندانہ رویہ کے ردعمل میں تھی، جبکہ ہم خود دیکھتے ہیں کہ تمام طبقات اہل فن کے ہاں مساوی مقبولیت کی حامل شیخ موصوف رحمہ اللہ کی قراءات عشرہ صغری میں مایہ ناز تالیف البدور الزاھرۃ، جو کہ انہوں نے مبتدی طلبہ کے لیے لکھی، میں علم تحریرات کا بھرپور اہتمام نظر آتا ہے۔ البتہ شیخ اپنے عمومی موقف کے مطابق امام حمزہ رحمہ اللہ اور امام ہشام رحمہ اللہ کی ہمزہ پر وقفی وجوہ کے سلسلہ میں صعوبت اور مشکل کے پیش نظر ترتیبِ طرق و وجوہ کا لحاظ زیادہ اہتمام سے نہیں فرماتے۔

برصغیر پاک وہند میں قراءات عشرہ کبری کو بغیر تحریرات کے پڑھانے والے اساتذہ کے بقول قراءات عشرہ صغریٰ میں علم تحریرات کی پابندی اگرچہ زیادہ مشکل نہیں، لیکن عشرۃ کبریٰ میں طرق چونکہ کافی بڑھ جاتے ہیں، اس لئے وہاں بھی باب وقف حمزۃ وهشام علی الهمز کی طرح طرق و وجوہ کا نکھار طلبائے فن کے لیے بڑا مشکل ہوتا ہے، اس لیے نصوص شرعیہ: ولقد یسَّرنا القرآن اور فاقرء وا ما تیسَّر من القرآن کے بمصداق یہاں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی شرعی تسہیل کی خاطر علم تحریرات کے التزام کی شرط کے سلسلہ میں نرم رویہ اختیار کرنا چاہئے۔اس کی چند صورتیں ہوسکتی ہیں، مثلا رواۃ کے ذیلی طرق میں اسماء کے ساتھ تحریرات کی پابندی کے بجائے عملی تحریرات کا اہتمام کرلیا جائے یا اصحابِ فضل بیں رواۃ کے مثل ذیلی اسی طرق کے اصول وقواعد کا جائزہ لے کر متفق علیہ اصولوں میں ذیلی طرق کے نام چھوڑ کر اوپر اساسی رواۃ یا طرق کے ناموں کا تعین، جبکہ اختلافی مقامات پر طرق کے نام کے تعین کے ساتھ تحریرات کا اہتمام کرلیں۔اس طرح سے ذیلی طرق میں عشرہ صغری کے ۲۱ر طرق کے علاوہ شائد ۱۰، ۱۵ طرق سے زائد کا اختلاف ان شاء اللہ سامنے نہیں آئے گا، جبکہ فروش کی تحریرات کا اہتمام فرشی اختلافات کی مثل صرف انہی مقامات پر کروا دیا جائے۔یہی وجہ ہے کہ بعد ازاں شیخ القاضی رحمہ اللہ کی تحریک کی وجہ سے شیخ زیات رحمہ اللہ اور ان کے تلامذہ نے اس قسم کے امور کی طرف توجہ دی ہے، جو بہر حال محمود کاوشیں ہیں، چنانچہ اس نہج پر کام کو آگے بڑھانے کے سلسلہ میں تدریب الطّلبہ از شیخ عبدالرازق رحمہ اللہ اور فریدۃ الدھر از محمد ابراہیم محمد سالم کو مثال قرار دیا جاسکتا ہے۔

برصغیر پاک وہند میں علم قراءات عشرہ صغری وکبری کے انتقال کی بنیادی شخصیت شیخ العرب والعجم مولانا قاری مقری عبدالرحمن مکی الہ آبادی رحمہ اللہ بھی صراحۃً اس قسم کے رجحانات پیش کرتے نظر آتے ہیں، فرماتے ہیں:

''اگر ایک روایت کا التزام کرکے پڑھا اور اس میں دوسرے کو خلط کردیا تو کذب فی الروایت لازم آئے گا۔اور علی حسب التلاوت خلط جائز ہے، مثلا امام حفص رحمہ اللہ کی روایت میں دو طریق مشہور ہیں: ایک امام شاطبی رحمہ اللہ، دوم امام جزری رحمہ اللہ، تو ان میں خلط کرنا اس لحاظ سے کہ دونوں وجہ سیدنا حفص رحمہ اللہ سے ثابت ہیں کچھ حرج نہیں۔جب ایک وجہ عوام میں شائع ہوگئی ہو اور دوسری وجہ مشہور ثابت عند القراء، متروک (العوام) ہو تو ایسی صورت میں لکھنا پڑھنا پڑھانا نہائت ضروری ہے۔(خواہ اس سے اختلاط ہی لازم کیوں نہ آئے) متاخرین کے اقوال وآراء میں خلط کرنا چنداں مضائقہ نہیں۔'' [فوائد مکیہ مع تعلیقات مالکیہ: ص ۴۷]

مذکورہ تمام تفصیلات کے باوصف ہمارا رجحان یہی ہے کہ محققین اہل فن کو 'طرق' میں امتیاز کی تمامتر تفصیلات سے واقفیت اور عملاً پابندی کرنا چاہیے تاکہ اہل تحقیق کا عوام سے امتیاز باقی رہے اور علم وفن کے کمال کا پہلو بھی متاثر نہ ہو۔ اس سلسلہ میں ہم علم تحریرات کے حوالے سے دو معروف شخصیات کا حوالہ دے کر اپنی بات کو ختم کرتے ہیں:

① امام جزری رحمہ اللہ، جن کا شمار طرق کے امتیاز کے ماہر ترین لوگوں میں ہوتا ہے، باوجود اختلاط قراءات کے جواز کے قائل ہونے کے وہ اپنی کتاب منجد المقرئین میں ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

"لا يخلو إما أن يكون عالماً أو جاهلاً وإن كان عالما فعيب وإلا فلا" [منجد المقرئين: ص ۱۴]

''اختلاط کرنے والا دو حال سے خالی نہیں یا عالم ہوگا یا پھر جاہل۔اگر عالم ہے تو اس کے لئے اختلاط معیوب ہے اور اگر جاہل ہے تو اس کے لیے بہر حال خلاف اولیٰ ہے۔''

② اسی طرح علم قراءات کی مشہور کتاب ''الشاطبیہ'' کی تحریرات کے حوالے سے عظیم شخصیت علامہ عبدالرحمن الخلیجی رحمہ اللہ نے بالصراحت لکھا ہے کہ تحریرات کا اہتمام نہ کرنا اہل فن کے حق میں معیوب ہے، البتہ عوام کے حق میں اہتمام نہ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔[حلّ المشكلات: ۹، ۱۰]

ہماری دعا ہے کہ اللہ تمام مسلمانوں کو تلاوت قرآن کریم کی توفیق نصیب فرمائے اور قراءات عشرہ صغری وکبری کی تعلیم وتعلّم اور خدمت قرآن کے لئے ہمیں چن لے۔آمین یا رب العالمین!

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ